

پاکستان میں دستوری مہم: تحریک تحفظ ختم نبوت کے پس منظر میں

ابن الحافظ حنفی

پاکستان بننے کے بعد جب اسلامی نظام کے نفاذ کی بحث چھڑی تو 1949ء میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم اور دینی جماعتوں کے تعاون سے قرارداد مقاصد منظور کرائی اور اسے دستور پاکستان کا حصہ بنا دیا۔ بعد ازاں 1951ء میں تمام مکاتب فکر کا نمائندہ کنونشن کراچی میں منعقد ہوا جس کے داعی حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم تھے۔ یہ کنونشن 21 تا 24 جنوری 1951ء کو حضرت علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں مشہور 22 نکات مرتب کیے گئے۔ اس میں یہ تاثر سامنے آیا کہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر فروری اختلافات کے باوجود اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے خصوصی طور پر پوری طرح متفق و متحد ہیں۔ قادیانی، بلوچستان کو احمدی سٹیٹ اور پاکستان کے اقتدار پر شب خون مارنے کی تیاریاں اور اعلانات کرنے لگے تو مجلس احرار اسلام کی ربع صدی قبل جاری کردہ تحریک تحفظ ختم نبوت اپنے نقطہ عروج کو پہنچی۔ مجلس احرار اسلام کی دعوت پر تمام مکاتب فکر پر مشتمل ”کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت“ تشکیل پائی۔ ملک بھر سے پانچ سو جدید علماء کرام کا اجتماع ہوا۔

دستوری مہم اپنے عروج پر تھی لیکن تحفظ ختم نبوت کی تحریک زور پکڑ گئی۔ مجلس احرار اسلام نے انہی قدر آور شخصیات جو دستوری مہم میں پیش پیش تھیں سے بصد ادب درخواست کی کہ وہ 22 نکاتی دستوری خاکے میں ترمیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کا اصولی مطالبہ بھی اسی دستوری خاکے کا حصہ بنائیں۔ جب یہ ترمیم کی گئی اس وقت تمام مکاتب فکر کی نمائندگی کا عدد 33 تھا جبکہ سیکڑوں علماء کرام اور تمام حلقوں کی تائید بھی شامل تھی۔ یہی ترمیم 23 واں نکتہ کہلانے لگی اور قومی اسمبلی سے قرارداد اقلیت کی شکل میں سب سے پہلے منظوری کا شرف بھی اسے حاصل ہوا۔

بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم اس ترمیم کا ذکر یوں کرتے ہیں جو تاریخ کے ریکارڈ کا حصہ ہے اور روزنامہ ”جسارت“ کراچی نے اپنے سنڈے ایڈیشن ”جسارت میگزین“ کی اشاعت 13 تا 19 ستمبر 2009ء میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

”پاکستان کے سربراہ اور وہ علماء نے دستوری سفارشات میں جو ترمیمات پیش کی ہیں، ان میں سے ایک ترمیم یہ بھی ہے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے کر پنجاب سے مرکزی اسمبلی میں ان کے لیے ایک نشست مخصوص کر دی جائے اور دوسرے علاقوں کے قادیانیوں کو بھی اس نشست کے لیے کھڑے ہونے اور ووٹ دینے کا حق دے دیا جائے۔ اس ترمیم کو علماء نے ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا ہے:

یہ ایک نہایت ضروری ترمیم ہے جسے ہم پورے اصرار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملک کے دستور سازوں کے لیے یہ بات کسی طرح موزوں نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور مخصوص اجتماعی مسائل سے بے پروا ہو کر محض اپنے ذاتی نظریات کی بنا پر دستور بنانے لگیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ملک کے جن علاقوں میں قادیانیوں کی بڑی تعداد ملی چلی ہے وہاں اس قادیانی مسئلے نے کس قدر نازک صورتحال پیدا کر دی ہے۔ ان کو پچھلے دور کے بیرونی حکمرانوں کی طرح نہ ہونا چاہیے۔ جنہوں نے ہندو مسلم مسئلہ کی نزاکت کو اس وقت تک محسوس ہی نہ کیا جب تک متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ دونوں قوموں کے فسادات سے خون آلود نہ ہو گیا۔ جو حضرات خود اس ملک کے رہنے والے ہیں ان کی یہ غلطی بڑی افسوسناک ہوگی کہ وہ جب تک پاکستان میں قادیانی مسلم تصادم کو آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے نہ دیکھ لیں اس وقت تک انہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ یہاں ایک قادیانی مسئلہ موجود ہے جسے حل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو جس چیز نے نزاکت کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قادیانی ایک طرف مسلمان بن کر مسلمانوں میں گھتے بھی ہیں اور دوسری طرف عقائد، عبادات اور اجتماعی شیرازہ بندی میں مسلمانوں سے نہ صرف الگ ہیں بلکہ ان کے خلاف صف آراء بھی ہیں اور مذہبی طور پر تمام مسلمانوں کو علانیہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اس خرابی کا علاج آج بھی یہی ہے اور پہلے بھی یہی تھا (جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اب سے بیس برس پہلے فرمایا تھا) کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے۔“

علماء امت کا ریاست پر احسان ہے کہ انہوں نے علامہ اقبال مرحوم کے اسی موقف کو پذیرائی بخشی۔ حالانکہ امت کے تمام طبقات کا موقف اقبال مرحوم کے موقف سے کہیں سخت تھا کیونکہ قادیانی اپنے کفر کو اسلام کا نام دیتے اور پھر اس پر اصرار بھی کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ یہ دراصل اکابر علماء حق کی اُسی محنت اور شہداء ختم نبوت کے مقدس خون کا صدقہ تھا کہ 1974ء میں قومی اسمبلی میں 13 دن کی بحث کے بعد لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا۔

7 ستمبر 1974ء کو اس تاریخی قرارداد اقلیت کی منظوری کے بعد اُس وقت کے قائد ایوان اور وزیر اعظم

ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اسمبلی میں کم و بیش آدھ گھنٹے کی جو تقریر کی اور اس مسئلہ کے حل کے حوالے سے جو خوبصورت دلائل دیئے وہ دینی و سیاسی اور معاشرتی سطح پر بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ بعد ازاں صدر ضیاء الحق مرحوم نے حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کی قیادت میں تحریک ختم نبوت کے مطالبے کے نتیجے میں 26 اپریل 1984ء کو امتناعِ قادیانیت ایکٹ جاری کیا جو بعد میں تعزیراتِ پاکستان کا حصہ بنا۔ جس کی رو سے قادیانیوں کو اسلامی شعائر و علامات کے استعمال سے قانوناً روک دیا گیا۔ قادیانی سربراہ مرزا طاہر برطانیہ فرار ہو گیا اور عالمی سطح پر پاکستان کے خلاف قادیانیوں نے اپنی مہم تیز کر دی اور مختلف ممالک میں قادیانیوں نے سیاسی پناہ اور مفادات حاصل کیے۔

1974ء اور 1984ء کی قانون سازی کے بعد قادیانیوں نے عالمی سطح پر لائٹنگ کر کے ملک و ملت کے خلاف نئی صف بندی شروع کی اور اقوام متحدہ سمیت عالمی اداروں میں اپنے کارندے پلانٹ کیے۔ یہود و نصاریٰ کے مفادات کے تحفظ کے لیے قادیانی آسانی سے استعمال ہو رہے ہیں۔ ایٹمی اثاثوں کے خلاف عالمی طاقتیں قادیانیوں کو مہرے کے طور پر استعمال کر رہی ہیں۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کھولنے پلانٹ کی تاک میں بیٹھا ہے۔ ”بلیک واٹر“ کی سرگرمیاں اسی گھناؤنی سازش کا حصہ ہیں۔ ورلڈ اسٹیبلشمنٹ قادیانیوں کے لیے آسانیاں پیدا کر رہی ہے اور پاکستان کے 1973ء کے متفقہ دستور کی اسلامی دفعات اور قرارداد مقاصد کو ہر حال میں ختم کرنے کے لیے دن دباؤ بڑھایا جا رہا ہے۔ دستور کا تقاضا یہ ہے کہ ریاست اور سرکاری مشینری مسلمانوں کے عقائد کا تحفظ کرے اور آئین سے انحراف کرنے والے گروہ کو قانون کے شکنجے میں لائے۔ اسلامی جماعتوں اور محبت وطن حلقوں کی ذمہ داریاں پہلے سے بھی بڑھ گئی ہیں کہ وہ دستور کی اسلامی دفعات، ملک کے نظریاتی تشخص اور جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لیے آگے بڑھیں ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا۔ آج بھی اسی طرح کے اتحاد و امت کی ضرورت ہے جس کا مظاہرہ 1951ء تا 1953ء کیا گیا۔

وما علینا الا البلاغ

29 اکتوبر 2009ء
جمعرات بعد نماز مغرب

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

دارینی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

حضرت پیر جی
سید عطاء المہین بخاری
دامت برکاتہم
ایمجلس احرار اسلام پاکستان

061-
4511961

سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معورہ دارینی ہاشم مہربان کالونی ملتان